نظرات

ایک عزیب برہان کیا عرب اسرائیل جنگ کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے تک سب ہی مسلم اور غیر مسلم اخبارات اور رسائل اور جی۔ایچ۔ جانسن ایسے مشرق اوسط کی سیاست کے مبصر و ماہر نامہ نگاروں نے کیا کیا توقعات قائم کیں اور پیشن گوئیاں کی تھیں! لیکن "ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال" جو بات وہم و تصور میں بھی نہیں تھی وہ ہو کر رہی اور عالم اسلام کے ساتھ ایشیا اور افریقہ کے ہر انصاف پسند انسان کو تڑپا گئی۔

نے نالہ منہ سے کرتے ہیں نے گریہ آنکھ سے

اجزائے دل کا حال نہ پوچھ اضطراب میں

جب سے عرب قومیت کے انجکشن کے ذریعے عربوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکانے اور بغاوت کرنے کا استعماری کھیل مغرب کے بازیگران سیاست نے کھیلنا شروع کیا ہے اب جبکہ عرب ممالک آزاد اور خود مختار ہیں، یہ کھیل اب تک جاری ہے۔ فلسطین میں ۱۹۲۰ء میں عربوں کی آبادی نوے فیصد تھی وہ دس فیصد ہو کر رہ گئی۔ فلسطین تقسیم ہوا، اسرائیلی حکومت قائم ہوئی اس حکومت کا رقبہ کیا اور ملک کے ذرائع آمدنی کیا تھے؟ لیکن انیس برس کی مدت میں ہی اس درجہ طاقتور ہو گئی کہ تمام عرب ممالک کے متحدہ محاذ کے باوجود تین دن کے اندر اندر اس نے اردن، شام اور مصر کے اتنے بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا جو اسرائیل کے اصل رقبے سے تین گنا زیادہ ہے اور اس میں مسلمانوں کا قبلۂ اول بھی شامل ہے۔

یہ اچانک جو کچھ ہو گیا حد درجہ حیرت انگیز اور دردناک ہے لیکن قانون فطرت ہر ایک کے لیے یکساں ہے اس عالم اسباب کا کوئی واقعہ اور حادثہ بغیر سبب کے نہیں ہوتا۔ اس انتہائی الم ناک صورت حال سے اگر عربوں کی اسلامی روح اور ضمیر بیدار ہو گئے (جس کے آثار نظر آرہے ہیں) اور انھوں نے قرآن کی تنبیہ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم (اور تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جو خدا کو بھلا بیٹھے تو پھر خدا نے بھی ان کو خود فراموشی میں مبتلا کر دیا) کو گرہ میں باندھ لیا تو کیا عجب ہے کہ ان کی یہ شکست آیندہ فتح و کامرانی کی تمہید بن جائے کہ ہم نے انقلاب چرخ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں۔ ولیس ذالک علی اللہ بعزیز

ایک سیکولر اسٹیٹ میں کسی مذہب اور اس کی تعلیمات کے حفظ و بقا کی شکل بجز اس کے کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ

اس مذہب کے پیرو خود اپنے بچوں اور بچیوں کیلئے مذہبی تعلیم کا بندوبست کریں اور اگر اس ریاست کے سیکولر ہونے کے معنی مخالف اور دشمن مذہب ہونا نہیں بلکہ یہ ہیں کہ یہ حکومت ملک کے کسی مذہب اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ترجیحی سلوک نہیں کرے گی تو اس ریاست کا فرض ہے کہ ملک کا جو فرقہ بھی اپنے مذہب کے حفظ و بقا کے لئے جو کوشش کر رہا ہے وہ اس کی حوصلہ افزائی کرے چنانچہ امریکا اور یورپ کی حکومتیں اگرچہ سیکولر ہیں لیکن ان ملکوں میں نہایت وسیع پیمانے پر مشنریز مذہب کی تعلیم اور اس کی تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ یہ حکومتیں نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتیں بلکہ قانونی اور دستوری طور پر جو مدد بھی ان کے لئے ممکن ہوتی ہے وہ پہونچاتی ہیں چنانچہ ان ملکوں میں مذہب سائنس اور ٹکنالوجی کے ساتھ چل رہا ہے ہر بڑی یونیورسٹی کے ساتھ ایک عالیشان گرجا لگا ہوا ہے۔ دوسری فیکلٹیوں کے دوش بدوش فیکلٹی آف تھیالوجی بھی مصروف عمل ہے۔ اسکولوں میں دینیات ایک لازمی مضمون ہے سینکڑوں کتابیں سالانہ شائع ہو رہی ہیں اور مبلغین جگہ جگہ کام کر رہے ہیں پھر ان ملکوں کا معاملہ اقلیتوں کے مذاہب کے ساتھ بھی ہے ان کی اپنی تعلیم گاہیں ہیں ادارے ہیں اور اخبارات و رسائل ہیں جو آزادی سے اپنا پروگرام چلا رہے ہیں۔

یہ ان ملکوں کا حال ہے جو آجکل کی دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مہذب ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ دستوری حیثیت سے ہمارا ملک بھی سیکولر ہے اور جیسا کہ ڈاکٹر رادھا کرشنن، پنڈت نہرو اور دوسرے ذمہ دار اصحاب نے بار بار کہا ہے ہمارا ملک اسی معنی میں سیکولر ہے جس معنی میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس سیکولر ہیں لیکن اس کے باوجود یہاں نئے دن ایسے شوشے چھوٹتے اور فتنے اٹھتے رہتے ہیں جو سیکولرازم کے بالکل منافی اور ان یقین دہانیوں کی ضد ہیں جو مذہب کے تحفظ اور مذہبی فرقوں کی ثقافت اور ان کی ملی روایات کی حفاظت کے سلسلے میں دستور میں موجود ہیں چنانچہ ایک نیا فتنہ یہ کھڑا ہوا ہے کہ پچھلے دنوں حکومت کے مقرر کردہ کوٹھاری ایجوکیشن کمیشن کی جو ضخیم رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۲۷۳ پر "غیر تسلیم شدہ تعلیمی ادارے" کے زیر عنوان کمیشن نے یہ سفارش کی ہے کہ وہ تعلیمی ادارے جو ایسی مذہبی تعلیم دینے پر اصرار کرتے ہیں جو دستور ہند کے خلاف ہے اور جو بالکل آزادانہ کام کر رہے ہیں ان پر بھی حکومت کا اقتدار قائم ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ ہے کہ اس نوع کے تمام اسکولوں، مدارس اور مکاتب کے لئے لازمی رجسٹریشن کا ایک قانون بنایا جائے۔"

اگر یہ سفارش منظور ہو جاتی ہے اور ریاستی حکومتیں اس پر عمل درآمد شروع کر دیتی ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا

کہ ملک کے سینکڑوں مدارس عربیہ اور ہزاروں اسلامی مکاتب اس آزادی سے محروم ہو جائیں گے جو انگریزوں کے دور میں بھی انھیں حاصل تھی اور جس سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں نے اپنے مذہب اور اس سے متعلق علوم و فنون کی حفاظت اور نگہداشت کا کام کیا تھا۔ اس بنا پر اس سفارش کو منظور کر لینے کے معنی اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتے کہ دستور نے اقلیتوں کے مذہب اور کلچر کے حفاظت کی جو یقین دہانی کی تھی اور اقلیتوں کا خود اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور چلانے کا جو حق تسلیم کیا تھا، اب حکومت اسے واپس لے رہی ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ صورتِ حال سرتاسر ناقابلِ قبول ہے چنانچہ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے ابھی حال میں اپنی ۱۴ جون کی نشست میں جو تجویز منظور کی ہے وہ سب مسلمانوں کے جذبات کی ترجمان ہے۔ دینی تعلیمی کونسل کا یہ بروقت اقدام لائق تحسین ہے کہ اس نے پہلے سے ہوا کے رخ کی نشاندہی کر دی ہے۔ دوسرے تعلیمی اداروں کو بھی اس کے ساتھ تعاون کر کے، اسی قسم کی چیز منظور کر کے حکومت کے پاس بھیجنی چاہیے۔ اور تعلیمی کمیشن کی سفارشات کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے جو کارروائی ہوتی ہے اس پر کڑی نظر رکھنی چاہیے۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری کے ہزاروں تلامذہ اور ارادتمندوں کو جو برصغیر میں پھیلے ہوئے ہیں یہ معلوم کر کے بڑا ملال ہوگا کہ حضرت موصوف کی اہلیہ محترمہ جنھیں ہم سب "اماں جی" کہا کرتے تھے جون کے آخری ہفتے میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر اس خاکدانِ عالم سے رخصت ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بڑی خوبیوں اور اعلیٰ صفات و کمال کی خاتون تھیں۔ حضرت شاہ صاحب ایسے شوہر کی وفات کے بعد انھوں نے زندگی جس صبر و رضا اور استقلال و توکل کے ساتھ بسر کی ہے وہ انھیں کا حصّہ تھی۔ کئی برس سے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا تھیں۔ سعادت مند اولاد نے بڑے سے بڑے علاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا کے نہیں رکھی لیکن وہ کینسر ہی کیا جس سے مریض جانبر ہو جائے۔ اس مرض میں مرحومہ نے جو غیر معمولی تکالیف برداشت کی ہیں وہ یقیناً ان کے لئے درجۂ شہادت کی ضامن ہیں۔ اپنی اولادِ معنوی کے ساتھ وہی تعلق رکھتی تھیں جو خود حضرت الاستاذ کو تھا۔ ان کا نفس وجود ہم لوگوں کے لئے سرمایۂ خیر و برکت تھا۔ افسوس اب یہ بھی ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور صدیقین اور شہداء کا مقام عطا ہو۔ آمین۔